عاشق حسین
سکالر پی ایچ۔ڈی (اردو)
الخیر یونیورسٹی، بھمبر

اے۔بی۔اشرف کا تنقیدی شعور اور عصری آگہی

"Contemporary Conciousness" is such a feeling that occures because of social changes on the mind and heart of a creator and indirectly comes under the discussion of a critic. Dr. A.B. Ashraf is a renowned researcher and critic. Being a critic he has also had a deep relation with society. He, in his criticism, has given the proof of contemporary awareness in the light of contemporary situation along with social awareness. He puts a critical eye on social life of his age. In this essay given, his use of contemporary conciousness is indicated.

یہ ز+ گی ہی ہے جو قدرت کی تخلیقات سے لے کر فرد کی ذات میں موجود اوصاف سے تعمیر* پ تی ہے۔Kا ن کے ذہنی دھارے نے فطرت کی رنگا رنگی سے اکتساب کیا ہے۔ ز+ گی کو سنوارنے کے لیے فرد نے اپنی صلاحیتوں سے جو شعوری کوشش کی ہے اس سے ز+ گی اور بھی نکھر کر سامنے آئی ہے۔ یہی رجحان . # کسی تخلیق کار کے ہاں نشوونما* پ ہے تو اس کے تخلیقی رجحان اور تنقیدی رویے کے* ہی 5 پ سے نئی جہتوں کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ یوں تخلیق کار کے + رتنقیدی جوہر پوری تو*· ئی سے ابھر* اور ز+ گی کے* طن میں جھا - کر اس کے ارتقا میں مدد دیتا ہے۔ موجودہ عہد- پہنچتے پہنچتے ہمارے تخلیق کاروں اور Õ دوں کے ہاں عصری شعور کی اتنی جہتیں Uا* یں ہو کر سامنے آ چکی ہیں کہ ہمارے ادب میں ان کو. ٹ ی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ یوں ان کی تنقیدات کے شعور کی روشنی چہار سو پھیل رہی ہے جو معاشرے میں نئی اقدار کے فروغ اور صحت مند A* یت کے آگے. ٹ ھنے میں مدد دے رہی ہے۔ ان Õ دوں میں ڈاکٹر اے۔بی۔اشرف (احمد بختیار اشرف) کا*· م. ٹ ی اہمیت کا حامل ہے۔ اُن کی اہم تنقیدی تصانیف میں ''آغا حشر اور اُن کا فن''، ''ادب اور سماجی عمل''، ''کچھ نئے اور پ انے شاعر''، ''کچھ نئے اور پ انے افسانہ نگار''، ''مسائل ادب۔ تنقید و تجزیہ''، ''حکیم احمد شجاع اور اُن کا فن'' اور ''شاعروں اور افسانہ نگاروں کا مطالعہ'' شامل ہیں۔ ان کے ہاں تنقید کا مقصد ہی یہ ہے کہ ایسا ادب تخلیق کیا جائے جو معاشرے کو ہر اعتبار سے تو*· W میں مدد دے۔ ان کی تنقید ادب* پ رے کو اس + از سے پ b ہے کہ اس میں موجود ان عناصر کی K+ ہی ہوتی ہے جو ز+ گی کے ارتقا میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ وہ ز+ گی کے حقائق سے* خبری کو تخلیقی قوت کا رہنما قرار دیتے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو اے۔بی۔اشرف ادب میں مقصد $ کے عنصر کو. ٹ ی توجہ کا حامل / دا ... ہیں۔ ڈاکٹر عرش صدیقی لکھتے ہیں:

''اے۔بی۔اشرف تمام Kا نی رویوں کو معاشرتی صورت حال اور Kا نی صورتحال کے پس منظر میں دیکھتے

ہیں اور یہی ان کی تنقید کی C د ہے۔وہ اسے فنکار کے فرائض میں شامل سمجھتے ہیں کہ فنکار معاشرتی ا« ف کے مقصد کو ہمیشہ پیشÃ رکھے اور اپنے ہر عمل کو* مقصد بنائے۔وہ بجا طور پہ یہ بھی لکھتے ہیں کہKا ن کی مادی ز+ گی کو بہتر بنائے بغیر اس سے روحانی Ó ں کی توقع غلط ہے۔مادی ز+ گی میں ا« ف، اخوت، ایمان داری اور خوش اخلاقی کی اقدار استوار ہوں گی تو روحانی ز+ گی از خود اعلیٰ ہو جائے گی۔'' ۱

دیکھا جائے تو جس فنکار کے ہاں تخلیقِ عمل* مقصد ہو گا وہ معاشرے کے ارتقا میں معاشرتی ا« ف اور معاشرتی اقدار کو پوری طرح سے جلوہ اَ دیکھے گا اور عدل وا« ف، قانون کی* لادستی، اخلاقیات اور ایما* ت کی پوری کارفرمائی کو اپنی تخلیقات اور تنقیدات میں سموئے گا۔ڈاکٹر اے۔بی۔اشرف کے ہاں اس پہلو کی پیش کش ہمیں ان کی تنقیدات میں جا بجا جلوہ اَ دکھائی دیتی ہے۔عرش صدیقی نے ان کی طرف توجہ دلا کر ان کے تنقیدی رویوں کی طرف سمتﷲ ئی کی ہے۔

ز+ گی اور ادب کا آپس میں رشتہ جس قدر گہرا اور پہلو دار ہے اس کو اَ توجہ سے دیکھا جائے تو ہمیں د* بھر کے ادب میں ز+ گی اسکے مقاصد اور ان کی کارفرمائی سے ز+ گی کے چہرے پہ حسن کی آ* اری ۔ ی ﷲ یں دکھائی دیتی ہے۔Đا دی ۔ بوں اور احساس کے تخلیقی اظہار سے ادب میں معاشرتی اور ذاتی شعور کی پیش کش سے کس طرح عصری شعور کا اظہار ہو* ہے اس کو اَ غور سے سمجھنا ہو تو ہمیں ادبیات عالم میں کلا Q ادب کو دیکھنا پڑے گا کہ کس طرح ہر عہد میں تخلیق کاروں نے اپنے شعور، آگہی اور و. ان سے معاشرے میں فرد اور افراد کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔اسی ¶ ہر دور کا ادب آنے والے دور کے ادب کا پیش رو ٹھہر* ہے۔ادب اور ز+ گی کے* ہمی رشتے کی وضا # کرتے ہوئے اے۔بی۔اشرف نے ادب اور Kا نی ز+ گی کو آپس میں اس قدر مربوط ٹھ* یا ہے کہ ا- کے بغیر دوسرے کی ز+ گی کا تصور ہی *. ممکن ہے۔ان کے مطابق:

> ''ز+ گی ارتقا اور مسلسل ارتقا کا دوسر* م ہے۔جس میں Đا دی اور اجتماعی پہلو دونوں شانہKنہ چلتے ہیں۔ Đا د$ ، اجتماعیت کے بغیر کوئی وجود نہیں رb اور اجتماعیت، Đا د$ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں۔دونوں ا- دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور دونوں کو ارتقائے حیات میں ا- دوسرے کا ممد و معاون ہو* چاہیے۔اسی کا* م حیاتِ Kا نی کا ارتقا ہے۔ادب اسی حیاتِ Kا نی کا عکاس اور ہ* جمان ہے۔بلکہ اَ یوں کہا جائے کہ ادب ز+ گی کی مقتضیات میں سے ہے تو بے جا نہ ہو گا۔'' ۲

ادب اور ز+ گی کے* ہمی رشتے کو سمجھنے کے* ¶ ہی تو ادب میں مختلف تحرkات جنم لیتی ہیں جن سے عصری آگہی کے پروان % ھنے سے ہی مختلف ادوار میں تخلیقات اور تنقیدی وعصری آگہی سامنے آتی ہے۔جو ہمیں یہ* ور کرانے کے لیے کافی ہوتی ہے کہ جو ادب سماجی عناصر کے* ل میل سے لکھا جا* ہے وہی ز+ ہ بھی رہتا ہے اور معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں اپنے حصے کا کردار بھی ادا کر* ہے۔اَ کسی تخلیق میں اَ دو پیش کی ز+ گی پوری طرح سےﷲ یں نہیں ہو سکی تو وہ تخلیق جلد* + . اپنی موت آپ مر جائے گی۔اس* ت کو ہم . # تنقیدی شعور کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنی تہذR اور سماجی ز+ گی پوری طرح سے ادب میں جلوہ اَ دکھائی دیتی ہے۔معاشرت کے جیتے جاگتے Yش ادب کی متنوع تخلیقات میں جھلکتے Ã آتے ہیں۔کچھ* قدین کے* دی- اد$ کو محض تخلیق حسن سے ہی دل بستگی کا سامان کر*

چاہیے اور اسے معاشرت، معاشرتی اقدار اور رویوں کی عکاسی کے عمل سے ۔ زر رہنا چاہیے۔ لیکن یہ در & نہیں ہے اور یہ طرز عمل ادب کی تخلیق کے لیے سم قاتل کی حیثیت رr ہے۔ اے۔ بی۔ اشرف اس تناظر میں اپنے تنقیدی رویے سے در & صورت حال کی ت جمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ادب کا کام تخلیق حسن کے ساتھ ساتھ ز+ گی کے حقائق کی عکاسی کر بھی ہے۔ ادب، ز+ گی، معاشرے اور تہذ$ کا ت جمان و عکاس اور Õ دہ ہے۔ یہ K نی *. ت و احساسات اور بلند ت خیالات کا فنی اظہار ہے۔ اس میں سماجی اور افادی پہلو بھی ہو چاہیے، فنی اور جمالیاتی بھی۔ اس کی یہ خصوصیت اسے ز+ گی سے ہم آہنگ کرتی ہے کیوè ز+ گی بھی انہی دو پہلوؤں سے عبارت ہے۔'' ۳

اے۔ بی۔ اشرف نے محض ادب. ائے ادب کی تخلیق پہ زور دینے کی بجائے ادب میں مقصد$ اور افاد$ کے پہلو کو. ڑی جانکاہی سے پیش کیا ہے۔ ان کے ' د ۔ ا/ ادب محض اپنی مسرت و لذت کے اظہار سے مملو ہے تو ایسا ادب ز+ گی کے حسن کو نکھارنے میں کوئی کردار ادا کرنے سے قاصر ہے۔ فنی اور جمالیاتی اظہار کے ساتھ ساتھ . # -- تخلیق کار اس میں اپنے عہد کے K نوں کی ذات پہ لکھی جانے والی K نی رویوں اور بے بسیوں کی صورتحال نہیں لکھتا، ادب اپنے حصے کا کردار ادا نہیں کر* ۔ معاشرتی شعور اور ز+ گی کے حقائق کا بھرپور اظہار ادب اور ز+ گی کے رشتے کو. ڑی* بنا کی سے سامنے لا ہے۔ اے۔ بی۔ اشرف کی تنقید کو ا/ ا۔ اور+ از میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اسے ہم ز+ گی کی از سر نو تخلیق کا م بھی دے h ہیں۔

ا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ادب مقصد ہے* مقصد کے حصول کے لیے ا۔ راستہ جس پہ چل کر ز+ گی کے مقاصد کو حاصل کیا جائے۔ اس کا جواب ہمارے ادیبوں اور Õ دوں کے ہاں. ڑی صرا # سے ملتا ہے۔ تخلیق کا دھارا K نی سوچوں اور . بوں سے عبارت ہے۔ K ن کیا چاہتا ہے اور اسے کس طرح سے عمل+ . دیکھتا ہے اس کی جمالیاتی پیش کش ہی ادب ہے۔ تخلیق کار اپنی تخلیقات کے لیے C دی موضوعات ز+ گی ہی سے 8 ہے۔ اس کا تخلیق کردہ ادب معاشرے کی عکاسی کر ہے۔ ز+ گی، اس کے احساسات اور معا5 ت کے ل میل سے آگے. ڑھتی ہے۔ اس کے . بے اور تمنا N اس کے+ رون . # کہ خارجی ماحول اور عناصر اس پہ معاشرتی رویوں اور تقاضوں کا اظہار کرتی ہیں۔ یوں تخلیقی دھارا آگے . ڑھتے ہوئے ز+ گی کی رنگا رنگی کو سامنے لا ہے۔ اسے ہم ادب کے موضوعات کا م بھی دے h ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف لکھتے ہیں:

''ادب کا آج -- کوئی موضوع متعین نہیں کیا جا سکا۔ اس لیے اس کا کوئی ا۔ موضوع ہے ہی نہیں۔ ادب کا موضوع ز+ گی ہے۔ ز+ گی . ڑی متنوع ہوتی ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں معاشرتی، معاشی، سماجی، اخلاقی، تعلیمی، مذہبی۔ غرض ز+ گی گو* گوں کیفیات کی حامل ہے اور ز+ گی کی یہی گو* گونی اور تنوع ادب کا موضوع ہے۔'' ۴

ادب اور تخلیقات میں یہ ز+ گی ہی تو ہے جو تخلیق کار کے نقطہ Ã سے پیش کی جاتی ہے۔ شاعر اور تخلیق کار ز+ گی کے حسن و خوبی کے استعاروں کے پس منظر میں اپنے احساسات کو پیش کرتے ہیں اور اس کے آ W میں جھانکنے سے ہمیں اس عہد کے ادبی اور جمالیاتی

پہلوؤں سے آگہی ملتی ہے۔کہیں اس کے ہاں اخلاقی اقدار جھلکتے ہیں تو کہیں ز+ گی کے مسائل کی¶K+ ہی ہوتی ہے کہیں قدغنوں کے پس منظر میں ز+ گی کا جلال و جمال سامنے آ* ہے تو کہیں معاشرتی سیا & کے* روپود سے ز+ گی نکھرتی، بکھرتی* ٹوٹ ٹوٹ کر سنورتی Ã آتی ہے۔کہیں پندو« ئح، کہیں مقصد$ اور کہیں ادب اخلاقیات کے تقاضوں کو سامنے لانے کی سعی کر* ہے۔یہ & مسائل اور معا5ت ز+ گی سے عبارت ہیں اور ز+ گی+ ات خود اپنی مظہر آپ ہے۔یہ تخلیقات ہی ہیں جو سوچ کے راستوں کے تعین میں مدد دیتی ہیں۔جن تخلیق کاروں کے ہاں یہ اہم رجحان ان کی تخلیقات میں موجود دکھائی نہیں دیتا وہاں تخلیقات سے عصری تقاضے دم توڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

اے۔بی۔اشرف اسی حوالے سے ادب اور ز+ گی کے رشتے کی وضا # پیش کرتے ہیں ان کے مطابق:

''ادب اور ز+ گی کا رشتہ داE ہے۔ادب کا سرچشمہ حیات ہے۔حیات ہی سے اس کے سوتے پھوٹے۔ ادب پھول ہے تو ز+ گی اس کی مہکار۔ادب جسم ہے تو ز+ گی اس کی روح۔ادب دل ہے تو ز+ گی اس کی دھڑکن اور جس روز یہ دھڑکن بند ہوگئی ادب کی موت واقع ہو جائے گی۔'' ۵

ا- Õد کی حیثیت سے ادب اور ز+ گی کے داE رشتے کی وضا # کرتے ہوئے اے۔بی۔اشرف ادب اور ز+ گی کے*·/ , . تعلق کی جہتوں کو چند لفظوں میں سمیٹتے ہوئے گو* یا ادب اور ز+ گی کے تناظر کو پیش کر رہے ہیں اور ادب کو دل اور دھڑکن پھول اور خوشبو کے تلازمے سے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔جو ہم پہ ادب کی ز+ گی میں اہمیت اور اس کے تقاضوں کی ما : سمجھاتی ہے۔اور حقیقت یہی ہے کہ Kا نی ز+ گی اÐادی اور اجتماعی تناظر میں جبلت اور لاشعور کے رحم و کرم پہ نہیں چھوڑی جاسکتی۔اے۔بی۔اشرف کے مطابق شعور اور شعوری . وجہد ہی ادب کی اہمیت اور افادی$ کو اجا/ کرتے ہیں اور سماجی عمل جتنی خوبصورتی سے آگے بڑھتا ہے ز+ گی کی " جمانی اتنی ہی رعنائی سے ہمارے ادب میں جلوہ/ ہونے لگتی ہے۔

اے۔بی۔اشرف نے جہاں ادب اور ز+ گی کے رشتے کو اپنی تنقید میں بخوبی پیش کیا ہے اسی طرح ادب کے سماجی عمل کی اہمیت کو بھی بڑی وضا # سے پیش کیا ہے جو ا- طرف ان کے* ر [شعور کا غمّاز ہے تو دوسری طرف مختلف ادوار سے/· رتے Kا ن اور اس کے تخلیق کردہ ادب کی صورت حال کا مطالعہ ہے۔جیسے جیسے ہمارا سماج+ لتا ہے ویسے ہی ز+ گی کی C دی اقدار بھی+ لتی ہیں اور ز+ گی جس قدر پہلودار ہوتی جاتی ہے ادب میں بھی اس کی عکاسی اسی+ از سے ہوتی جاتی ہے۔. # ادب نوابوں، جاگیرداروں اور *. دشاہوں کے دور سے/· ز* ہے تو اس میں خوشامد، غلامانہ ذہنیت اور عیش پرستی کے رَ- دکھائی دیتے ہیں*. لخصوص طویل* . دشاہتوں کے ادوار میں تقدیر پرستی، بے عملی، شکست خوردگی، ز+ گی سے بے اعتنائی اور ذات سے فرار$ کے+ از ادب کا موضوع W لگتے ہیں۔اسی طرح ۱۸۵۷ء کی . B آزادی میں مختلف تہذR رویوں اور سیاسی Âموں کی آویزش و آمیزش نے جس طرح ز+ گی کو ہمارے ادب کا حصہ بنا* یا ہے اس نے ہمارے ادب میں آزادی اور حر$ کے نئے دور کے احیاء کا مرحلہ سرا• م* دیا ہے۔اس کے فوراً بعد سرسید اور ان کے رفقاء کی علمی و ادبی تحریـ نے مسلم قومیت کے تشخص اور اس کے معاشی و سیاسی مسائل کو ادب کا موضوع بنا کر قوم کو خواب غفلت سے جگانے میں اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔اے۔بی۔اشرف نے اپنی تنقید میں بیسویں صدی کے آغاز میں ہونے والی دو عالمی جنگوں کے تناظر میں ادب کے سماجی عمل کے معاشرے پہ اثرات کا جائزہ e ہوئے اپنے* ر [شعور کا اظہار کیا ہے۔ان

کے مطابق:

''سماج کی ٹوٹ پھوٹ کا ؓ ر [عمل ا ی * ر پھر اس وقت شروع ہوا . # دو عالمی جنگوں کی + و) اقتصادی بحران کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ Â م نے جاگیرداری Â م کی جگہ لینی شروع کردی۔اس صنعتی اور مشینی Â م نے بھوک، افلاس، طبقاتی کشمکش، دو) کی غیر منصفانہ تقسیم اور استحصال زر کی خباثتوں کو جنم ۃ ی۔'' ۶

دونوں عالمی جنگوں نے KI M کو جو کچھ ۃ ا ے۔بی۔اشرف نے اس کا بخوبی تجزیہ کیا ہے۔دونوں عالمی جنگوں نے KI M پہ جو قیامتیں ڈھا N اس کے ساتھ ساتھ لوگوں میں اور ادب میں سیاسی وسماجی بیداری کے حوالے سے ان کا کردار ۔ٔی اہمیت کا حامل ہے۔ * لخصوص ان جنگوں کے نتیجے میں جنم e والے استحصالی Â م کے خلاف ادب میں دو ٹوٹ آوازیں اقبال اور کرشن چندر ہمیں اس عہد کے عصری شعور کا اظہار کرتی دکھائی دیتی ہیں۔اس عہد میں ٓ قی پسند ادب کی تحر یـ نے KI نوں پہ KI نوں کے جبر اور سیاسی Â م کے ۔ (استحصال کی جبر $ کے خلاف آواز بلند کی۔یوں ہمارے ادب میں نئے Ã یت اور + ادبی تحر r ں کے ۔ (ادب کی وسعتوں میں اضافہ ہوا۔

بلاشبہ اس ۔ت سے مفر نہیں کہ ہمارے ادیبوں نے تخلیقی اعتبار سے بہترین ادب کی پیش کش میں اپنے حصے کا کردار ادا کیا ہے۔لیکن ہمارے Õ دوں نے بھی ادب کی روش اور مسائل کے حوالے سے اپنی تنقیدات میں نئی راہوں کے تعینات اور ان کی اہمیت کا احساس دلا ی ہے۔عرش صدیقی نے اس حوالے سے اے۔بی۔اشرف کی تنقید کے اس خاص پہلو کو اجا / کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے ہمیشہ سماجی ظلم کے خلاف اٹھائی ہے اور ان کی تنقید کا O دی نکتہ بھی یہی ہے اسی لیے وہ طبقاتی اور جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ استحصال پہ تنقید کرتے رہتے ہیں۔ ے اے۔بی اشرف ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے رہے ہیں۔آپ کے ۔ د یـ جاگیرداری اور سرمایہ دارانہ Â م ہی ہمارے ہاں مثالی معاشرے کے قیام کی راہ میں ا یـ بہت ۔ٔی رکاوٹ ہیں۔لکھتے ہیں:

''ہمارے یہاں کے جاگیرداری اور سرمایہ داری Â م نے ان امکا ت کو ہمیشہ معدوم کئے رکھا جو مثالی معاشرے کے قیام کا ۔ (بن h تھے۔ہوس زر اور ہوس اقتدار نے خود غرضی، نفسانفسی، استحصال اور منافقت کو جنم ۃ ی۔آج ہمارا معاشرہ زوال کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔رشوت، سفارش، بے ایمانی، جھوٹ، منافقت اور ہر نوع کی کرپشن اپنے عروج پہ ہے۔کسی میں خلوص نہیں، قوم اور ملک کا درد نہیں، ہر طرف لوٹ مچی ہوئی ہے۔ذات * پت کی تمیز، ادنیٰ اور اعلیٰ کا تصور اور امیر غر $ کا فرق عام ہے۔ رواداری، خلوص ومحبت اور مروت وشرافت کے اعلیٰ ۔ ے مفقود ہو چکے ہیں۔معاشرے میں دو) کو ۔ لا دستی حاصل ہے۔لیاقت، قابلیت، ذہا $ اور شرافت کو کوئی نہیں پوچھتا۔مارشل لاؤں، غیر جمہوری حکومتوں اور بیوروکریسی کی طاقت نے آزادی کا تصور ملیامیٹ کر کے رکھ ۃ ی ہے۔کوئی KI ن مطمئن نہیں، جس معاشرے میں جان ومال اور عزت کا تحفظ نہ ہو، جہاں سوشل جسٹس کا م نہ ہو، جہاں قانون اور دستور پہ عمل

نہ ہوا سے کس طرح اقبال کے خواب کی تعبیر قرار دیا جا سکتا ہے؟'' ۸

درج بالا پیراگراف کی روشنی میں یہ بات واضح ہو آتی ہے کہ طبقاتی، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ استحصال ہی ہے جو ادب کی تخلیق پہ اپنے گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو تحریکِ پاکستان کے قبل اور مابعد کی شاعری اور افسانے میں ہمارے معاشرے کے استحصالی ہتھکنڈوں سے مملو ادب میں ہمیں انسانوں کے اوپر ظلم و ستم کی دلخراش داستانیں ملتی ہیں۔اے۔بی۔اشرف نے اس دور میں ہونے والی سائنسی اور مادی ترقی کے بعد در آنے والی ترقی کے انسان پہ ہونے والے ستم کو بڑی خوبصورتی سے واضح کیا ہے۔ان کے مطابق:

''آج کے سائنسی اور تکنیکی عصر میں سماجی عمل نے ایک اور صورت اختیار کر لی ہے۔مشینی نظام کی قوت، لامحدود صنعتی ترقی، مختلف سیاسی نظاموں کی آمرانہ روش اور منڈیوں کی تقسیم، ایک محدود طبقے کے استحصالی ہتھکنڈوں نے سماجی عمل کی نوعیت تبدیل کر کر رکھ دی ہے۔سرمایہ داری نظام نے فسطائیت کا روپ اختیار کر لیا ہے۔نو آزاد اور پسماندہ ملکوں کو اقتصادی غلام بنایا جا رہا ہے۔قومی اور نسلی امتیاز، طبقاتی کشمکش، لوٹ کھسوٹ آزاد مسابقت کی وحشیانہ دوڑ، خود غرضی، زر پرستی، سیاسی ہوس، توسیع پسندی اس نظام کی دین ہے۔'' ۹

دونوں عالمی جنگوں کے بعد سرمایہ داری جس طرح سے فسطائیت کا روپ دھارتی ہے، اس کے شاخسانے میں کراہتی ہوئی انسانیت اور دم توڑتی ہوئی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی لہولہان داستان بھی ہمارے ادب میں رقم ہوتی رہی ہے۔اے۔بی۔اشرف نے اس کے جبر کو بھی واضح کیا ہے اور ادب کے سماجی عمل پہ اس کے اثرات کے بعد در آنے والی تباہی کا نوحہ بھی رقم کیا ہے۔اس نوحے کے تنقیدی تیور یہ واضح کرتے ہیں کہ قوموں کو اقتصادی حوالے سے غلام بنانے کی روایت کا آغاز اسی عہد سے ہوا ہے اور اسی عہد نے خود غرضی، زر پرستی اور سیاسی ہوس کی جو راہیں کھولی ہیں انھوں نے انسان سے اس کی آزادی چھین لی ہے۔آنے والے کل کے انسان میں عدم تحفظ، بے روزگاری اور محکومیت کے عہد میں نا امیدی کے گہرے اثرات پیدا ہوئے۔انیسویں صدی کے مسلمانوں کی حالتِ زار کا نوحہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انیسویں صدی کے نصف سے مسلمانانِ عالم پر جو زوال اور انحطاط کی کیفیت شروع ہوئی تو پھر رک نہ سکی۔یوں تو قرن ہا قرن سے ان میں بے عملی، زوال اور فرسودگی کے آثار پائے جاتے تھے، لیکن اہل فرنگ کی ہوس ملک گیری اور توسیع پسندی نے اس زوال کو تیز تر بھی کیا اور اقوام مسلم کو اپنے استعمال و استحصال کا شکار بھی بنایا۔'' ۱۰

اسی طرح طبقاتی اور استحصالی معاشرے اور نوآبادیاتی نظام پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سلطنت کی توسیع کی ہوس نے نوآبادیاتی نظام کو جنم دیا اور یوں سرمایہ داری نظام کے استحصال کا دائرہ اور وسیع ہو گیا۔پھر ایک تہذیب کا ہے کیونکہ تہذیب کا دائرہ مخصوص مراعات یافتہ طبقے کی تہذیب تک محدود

ہوکر رہاH ہے۔طبقاتی تہذ$ معاشرے میں طبقاتی ہمواری کا بن کر رہ گئی۔ا یہ طرف تو سماجی روابط سے متا ہوئے اور دوسری طرف استحصالی اقدار وجود میں آ N ے۔'' ۱۱

استحصال کنندہ اورK ن کی شکارM K کی ذہنی اور فکری صورتحال کیا ہوتی ہے اور ان کی دلچسپیوں کا دا ہ کن امکا ت وممکنات کے دا ے میں ہتا اورQ رہتا ہے اس & کو # تنقیدی نگاہ سے دیکھا جائے تو جا اقوام کی ذہنی صورتحال اس کے ادب کے حوالے سے سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔اسی طرح استحصال کی شکارM K کے ہاں روحِ انقلاب کے بیدار ہونے کے عناصر کی خبر ملتی ہے۔یہ & ادب کے مطالعے سے سامنے آ ہے۔اے۔ بی۔ اشرف نے مغرب کے ادب اور ہمارے ادب کے تعینات کا تجزیہ ی خوبصورتی سے کرتے ہوئے ادب کی عصر$ اور اس کے تناظر میں ہمارے ادیبوں اورÕ دوں کے سماجی عمل کی صورت کو بیان کیا ہے۔اسے اے۔ بی۔ اشرف کے تنقیدی شعور کی ی اہم ò قرار یہ جا سکتا ہے کہ انھوں نے خود غرض عالمی سماج کے امیج کو بھی اپنی تنقید سے واضح کیا ہے۔وہ رقم طراز ہیں:

> ''آج کی اس م نہاد مہذب د* کے ہاتھوں فلسطینیوں اور لبنان کے بےH ہ شہریوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور جس طرح مہذب ق فتہ سپر طاقتیں اور قومیں خاموش تماشائی بنی اپنی سازشوں کو پھلتا پھولتا دیکھ رہی ہیں اس سے ا یہ ایسے خود غرض عالمی سماج کا امیج ابھر ہے جو بے حس بھی ہے اور بے ضمیر بھی۔استحصال اور تخر$ کی اس بے پناہ یلغار نےK نی ذہن کو ا یہ ایسے بحران کا شکار کر یہ ہے کہ ز گی کی ساری مروجہ اقدار سے ایمان اٹھتا جا رہا ہے۔آج ہر فرد خود کو اس بھری پوری د* میں بے یہ رو مددگار اور تنہا محسوس کر ہے اور اجتماعی قدروں کو سیاسیÂ موں کا ڈھونگ تصور کر کے صرف اپنی ذات میں پناہ e کی کوشش کر رہا ہے۔'' ۱۲

عالمی طاقتوں کے قائم کردہ خود غرض، بے حس اور بے ضمیر عالمی سماج کےÂ یے نےK ن کو خوف و ہراس اور بے یقینی کی فضا کا بے* یہ رو مددگار فرد بنا یہ ہے۔بے چہرگی، تنہائی، ہراس، خوف، دلی اور قنوطیت نے ہر سو ڈیرے ڈال دیے ہیں۔مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتی ابھرتیM K دم توڑتی اور اپنی قدروں سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔اس شکست اور محرومی نےK ن، ادب اور آنے والے کل پر اپنے ایسے مہیب ا ات ڈالے ہیں کہ کل کا بناک اور روشن چہرہÂ نہیں آ رہا۔اے۔ بی۔ اشرف نے اس لایعنیت، بے معنو$ اور اجنبیت کے پیش منظر کے ماحول میں آج کے اد$ کے فرضِ منصبی پر ی اہم ت کی ہے۔

> ''آج کے اد$ کا یہ فرض ہے کہ حق کی جمانی کرے، ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی حما$ کرے۔ لایعنیت کے منطقوں میں معنو$ کی راہیں سجھائے اور یے L کی ظلمتوں میں امید کے سورج چمکائے کہ آج کے ادب کے سماجی عمل کا یہی تقاضا ہے۔'' ۱۳

ہم # اس تناظر میں مجموعی طور پر اے۔ بی۔ اشرف کے تنقیدی شعور کا جا ہ e ہیں تو ہمیں ان کی ہمہ ò تنقیدی شعور کے منظر* ے میں ر [شعور اور عصری شعور کا امتزاج ملتا ہے۔وہ کسی بھی ادب پارے کے مطالعے میں اس کے عہد اور اس کے عہد کے سیاسی،

سماجی، معاشی اور معاشرتی عوامل کا بغور جا ُ ہ e ہیں اور اپنے تنقیدی ماحاصلات کو پیش کرتے وقت ان کے عہد کے Kl نوں کے شعور اور احساسات کو ہی مدÃ نہیں ر p بلکہ ان کا عصری شعور آتے جاتے زمانوں میں تخلیق کاروں کے مجموعی سیاسی، سماجی اور معاشرتی ادراکات کو بھی مدÃ ر r ہے اور یوں عصری شعور ان کی تنقید کی ای ۔ ڈی خوبصورتی بن کر صفحہ بہ صفحہ جلوہ دکھائی دیتی ہے۔

حواشی

۱۔ عرش صدیقی، ڈاکٹر، محاکمات، لاہور، سار ۔ Å X، ۱۹۹۶ء، ص ۳۷۲

۲۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، مسائلِ ادب، تحقیق و تجزیہ، لاہور، سنگ میل Å X، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۱۸، ۱۹

۴۔ ایضاً، ص ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۴

۶۔ ایضاً، ص ۲۹

۷۔ عرش صدیقی، ڈاکٹر، محاکمات، ص ۳۳۷

۸۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، شاعروں اور افسانہ نگاروں کا مطالعہ، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۱۰۲، ۱۰۳

۹۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، مسائل ادب، تحقیق و تجزیہ، ص ۳۵

۱۰۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، شاعروں اور افسانہ نگاروں کا مطالعہ، ص ۸۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۱۲۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، مسائل ادب۔ تحقیق و تجزیہ، ص ۳۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۲